فقیر عمر قادری

مقاصدِ تعلیم بابائے قوم کی نظر میں

فرد ہو یا قوم، اگر اپنے مقصدِ وجود کو فراموش کر دیں اور اپنے نصب العین کی راہ سے ہٹ جائیں تو وہ مسائل و مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں اور اگر وہ جلدی ہوش میں نہ آئیں اور اپنے آپ کو نہ سنبھالیں تو مسائل بحران میں ڈھل جاتے ہیں۔ آج ہم اہلِ پاکستان کا حال عین یہی ہے۔ چوری، قتل، ڈاکے، اغوا، دھوکہ دہی ملاوٹ، رشوت ستانی اور اقربا نوازی، غرض سماجی برائیوں کے عفریت نے حالات کا ایسا شکنجہ بنا دیا ہے جس کے پیچ ہر آن کسے جا رہے ہیں۔ ہم میں سے ہر فرد اندر ہی اندر کڑھتا، پیچ و تاب کھاتا اور اعصابی تناؤ کا شکار رہتا ہے اور نجی محافل اور اگر کبھی نصیب ہو تو پبلک پلیٹ فارم پر اس کے طرح طرح کے حل تجویز کرتا ہے۔ لیکن حالات کا دھارا ہے کہ منہ زور گھوڑے کی طرح بے لگام اور بگٹٹ اپنے منشا کے مطابق بہتا چلا جا رہا ہے۔ بعض پڑھے لکھے لوگوں کے بطیفے دیکھ اور سن کر رونا آتا ہے کہ فکری ژولیدگی نے کتنا گہرا رنگ پکڑا ہوا ہے۔ گذشتہ دنوں ایک ایم۔ ایس۔ سی نوجوان طاقتِ لسانی کے جوہر دکھاتے ہوئے حالات کا پوسٹ مارٹم کر رہے تھے اور بہت دکھیا نظر آ رہے تھے۔ تان یہاں آ کے ٹوٹی کہ مغرب نے اس وجہ سے ترقی کی کہ وہ صبح دیر تک سوتے ہیں۔ ایک اور صاحب نے سیاست کی ستم رانیوں اور بے اصولوں کو الزام دیا۔ انہوں نے جذباتی رنگ اختیار کرتے ہوئے حکمرانوں کی بے اعتدالیوں کا دائرہ (اللہ معاف کرے) حضرت قائداعظم تک بڑھا دیا۔ "فرمانے" لگے اگر وہ زندہ رہتے تو وہ بھی یہی کچھ کرتے۔ رجعت قہقری کے حامل یہ نوجوان اپنے آپ کو ترقی پسند قرار دے رہے تھے۔ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد!
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

سوچ کا یہ مریضانہ دائرہ محض مذکورہ نوجوانوں تک ہی محدود نہیں۔ قابلِ ذکر حد تک ایسے لوگوں کی تعداد

موجود ہے اور تقاضا کرتی ہے کہ اس مرض کو وبائی صورت اختیار کرنے سے پہلے ہی دبوچ لیا جائے اور مؤثر حل دریافت کیا جائے۔ یہ حل موجود ہے۔ تحریک پاکستان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم اس کی پوری تفصیلات میں نہیں جاتے، صرف ایک ہی نکتہ کو نقطہ ماسکہ بناتے ہیں جناب قائداعظمؒ جنہیں آج کل کچھ لوگ رگیدنے کے درپے ہیں اور جنہیں ان کے قول و فعل میں تضاد نظر آتا ہے۔ وہ کم ازکم یہ تو سوچیں کہ جس شخص کو وہ ہدف بنا رہے ہیں، اس نے مہد سے لحد تک کیسی زندگی گزاری۔ وہ شخص جس کی ذہنی تعمیر میں قرآن سے ابتدا کی گئی ہو اور جسے خدا نے غیر معمولی صلاحیتوں کے ساتھ نابغۂ روزگار بنا کے اٹھایا ہو، جس نے "لنکنز ان" میں داخلہ کو ترجیح خصوصاً اس بنیاد پر دی ہو کہ شارعین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قائدانہ مقام دینے میں بخل و تعصب سے کام نہیں لیا گیا، جس نے مغرب سے مرعوبیت کو راہ نہ دے کر ایک غیر متعصب اور غیر معمولی ذہین وکیل کی حیثیت سے اسلامی دستورِ حیات اور اسلامی قانون کا مطالعہ کیا ہو اور جس کی عملی زندگی انہیں ذاتی اغراض کے معاملہ میں "دامن تر مکن ہشیار باش" کا عملی نمونہ قرار دیتی ہو۔ جس کی فراست، مومنانہ فراست ہو، جسے انگریز خریدنے یا دھمکانے میں ناکام رہا ہو، جسے ہندو کی عیارانہ چالیں گمراہ کرنے میں خائب و خاسر رہی ہوں، انہیں کوئی شخص الزام دے تو آسمان کا تھوکا منہ پر ہی آئے گا۔ البتہ اس کا یہ فائدہ ضرور ہوگا اور ہو رہا ہے کہ متہمین کا، اندرونِ چنگیز سے تاریک تر "یقیناً" روشنی میں آ رہا ہے اور وہ اپنے اصل کردار کے ساتھ پہچانے جا رہے ہیں۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ روشنی کا اہتمام کریں اور روشنی یہ ہے کہ زندگی کے جس جس شعبہ کے بارے میں بابائے قومؒ نے فکر و نظر کے موتی بکھیرے ہیں۔ انہیں استفادۂ عام پر لایا جائے (نوائے وقت مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس مشن کی تکمیل میں اپنا حصہ بخوبی ادا کر رہا ہے) اور وہ کونسا شعبہ ہے جس پر انہوں نے کچھ نہ کہا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے نابغہ امتی کو جامع الصفات ہونا ہی چاہیئے۔

ہم نے بات کا آغاز بحرانوں کے ذکر سے کیا تھا۔ یہ بحران تہذیبی اور تمدنی بھی ہیں، سیاسی اور معاشی بھی، ان کے تمام اسباب کی تلاش ہمارے اس مضمون کا موضوع نہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ مرکزی نقطہ ایک ہی ہے اور وہ ہے فکرو کج روی اور انفرادی اور اجتماعی سوچ کا غلط رنگ۔ یہ اصل سبب بھی ہے۔ اور حقیقی مسئلہ بھی۔ تطہیر و تعمیرِ فکر تعلیم اور نظامِ تعلیم کا کام ہے اور تعلیم ہی وہ شعبہ ہے جہاں ہم نے افکارِ قائدؒ کو سب سے زیادہ نظر انداز کیا ہے اور یوں ہم نے داخلی اور خارجی ہر دو محاذوں پر مار کھائی ہے۔

جناب قائدؒ اصطلاحی معنی میں نہ تو فلسفی تھے اور نہ معلّم اور نہ کبھی انہوں نے ایسا کوئی دعویٰ ہی کیا ہے لیکن ایک روشن دماغ مخلص قائدؒ کی حیثیت سے انہوں نے تعلیم و تربیت پر جو کچھ کہا اور اپنے خطبات میں جو راہ سجھائی وہی شعبۂ تعلیم کو صحیح بنیادیں مہیّا کرنے کے لئے کافی ہے اور اس پر ایک پورے نظام کی تعمیر ممکن ہے۔ انہوں نے بلاشبہ جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ تعلیم کو گہرا اسلامی رنگ دینے کا اقدام ہے کہ ہم زندگی کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصے کو بھی تحریک پاکستان کے پس منظر سے جدا نہیں کر سکتے۔ طرح طرح کی باتیں بنانے والوں کو جناب قائدؒ نے بڑا ٹھوس جواب دیا تھا کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔ (اسلامیہ کالج پشاور۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۴۸ء)

قارئین جانتے ہیں کہ کسی بھی نظام زندگی کو عملاً نافذ کرنے کے لیے ضروری مشینری اور اس کے اعضاء و جوارح تعلیمی اداروں ہی میں ڈھلتے ہیں۔ سیاست کو دماغ یہیں سے مہیّا ہوتا اور معیشت کا نیوکلیس بھی یہیں سے آتا ہے اور تہذیب و معاشرت کا متحرک بھی انہی کا رہینِ منت ہوتا ہے اس لیے قائدِ اعظمؒ نے بجا طور پر اس شعبہ اور اس کے کارندوں، متعلمین اور معلمین کو بار بار توجہ دلائی ہے اور اپنے افکارِ عالیہ سے صحیح راہ کو جلا بخشی ہے۔

تعلیم و تربیّت پر بات کرتے ہوئے جس چیز کو مسلمہ طور پر سب سے زیادہ اہمیّت دینا چاہیئے وہ اُس کی مقصدیت ہے۔ مقاصد منزل کا نشان ہوتے ہیں۔ مقصد کا تعین نہ ہو تو نصب العین کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قائدِ اعظمؒ نے جب بھی موقع پایا انہوں نے مقاصدِ تعلیم کی نشاندہی کو اوّلیت دی تعلیم کے موضوع پر ان کے خطبات کا ملخص یہ ہے:۔

- ملّتِ اسلامیہ کی شاندار روایات سے آشنائی
- اسلامی نظریۂ حیات کو زندہ و تابندہ رکھنا
- دو قومی نظریہ کے تصوّر کو قائم و دائم رکھنا
- اپنی ذات اور ملّت پر یقین و اعتماد کی آفرینش اور اس کا دوام
- اتحادِ ملی کی اہمیّت اُجاگر کرنا اور حُبِّ وطن کے شعوری جذبے کے ذریعے صوبائی لسانی اور دیگر ہر قسم کے تعصّبات کی جڑ کاٹ دینا۔

- اسلامی اخلاقی اقدار کو ہر صورت میں بلند رکھنا ،
- اسلامی بنیادوں پر انفرادی اور اجتماعی کردار کی تعمیر کرنا ،
- ذمہ داری کا احساس اور تعمیری جذبہ پیدا کرنا ،
- سماجی خدمت کے جذبے سے ملت کے ہر فرد کو سرشار کرنا ،
- ذاتی مفاد اور قومی مفاد کا صحیح ادراک و امتیاز ،
- آئندہ زندگی کی جنگ کے لئے استعداد کی تیاری ،
- نظم وضبط کا گہرا احساس ، عمدہ کردار ، حقیقی اور عمل پر ابھارنے والی تعلیم ،
- دورِ حاضر کی سیاست کا سنجیدہ مطالعہ تاکہ سیاسی شعور بیدار ہو ،
- زراعت ، حیوانات ، انجینئری ، طب اور دوسرے فنی وخصوصی مضامین میں اوّل درجے کے ماہرین کی پیدائش [illegible] کا ٹھوس حل برآمد ہو اور عام آدمی کا معیارِ زندگی بلند ہو سکے ،
- ایسی روشن ضمیر شخصیت کی تعمیر جو دوسروں کے عقیدے بدل سکے ،
- ہمہ جہتی دفاع کے لئے تیاری اور مستعدی تعلیم جو بقول قائدؒ ہماری قوم کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور جو تلوار سے کہیں زیادہ طاقتور ہے۔ مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کا اصل ذریعہ ہے لیکن تعلیم بہت وسیع اصطلاح ہے جو متعلم ، معلم ، نصابِ تعلیم ، عملِ تعلیم اور عملِ تدریس کو محیط ہے۔ تدریس کا مواد ہی وہ ٹھوس شکل ہے۔ جس کے وسیلے سے یہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ نصابِ تعلیم اسی مواد کا دوسرا نام ہے خطباتِ قائدؒ ہمارے لئے اس راہ کو بھی روشن کرتے ہیں۔ پاکستان کے نوجوان کو پڑھنے کے لیے کیا دیا جائے ان کی سرگرمیاں کیسی ہوں ؟ انہیں کن میدانوں کا رُخ کرنا چاہیے ؟ وہ کون سی اور کیسی تعلیم ہے جو انہیں عملی زندگی کے لیے تیار کر سکتی ہے ؟ ان اور ان ایسے دیگر سوالات کے اصولی جواب انہوں نے مہیا کر دیئے ہیں ۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر انہوں نے جو طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں اور اس سے پہلے ۲۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو کراچی میں منعقد ہونے والی کل پاکستان تعلیمی کانفرنس میں انہوں نے نصابات کی تشکیل کے لئے سائنسی اور تکنیکی بنیادوں پر بہت زور دیا۔ ان کے الفاظ کی گہرائی غور طلب ہے۔

"ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے لوگوں کی توانائیوں کو اک راہ پر لگائیں اور آنے والی نسلوں

کے کردار کی تعمیر ابھی سے کریں۔ اس امر کی فوری اور اشد ضرورت ہے کہ ہمارے جوانوں کو سائنس اور ٹکنالوجی کے شعبوں میں تعلیم دی جائے، کیونکہ اسی سے ہماری مستقبل کی معاشی زندگی کا معیار بلند ہونے کی امید ہے۔ حصولِ تعلیم کے بعد لوگوں کو تجارت، کاروبار اور صنعت و حرفت میں داخل ہونا چاہیئے۔ یاد رکھیئے ہمیں دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا ہے جو انتہائی تیزی سے خود کو بدلتی ہوئی چل رہی ہے۔"

انہوں نے انگریز، اس کی تہذیب و معاشرت اور اس کی ذہنیت کا مطالعہ عمر کے اس دور میں کیا تھا جب صلاحیتیں شعوری احساس سے مطلّا ہوتی ہیں۔ ان کا یہ مطالعہ محض خارج ہی سے نہیں بلکہ فرنگی ماحول کے عین اندر رہ کر کیا گیا تھا۔ لہٰذا وہ مستند ہے۔ وہ صحیح معنی میں انگریز کے مزاج شناس تھے۔ لرد فرنگی برصغیر اور ملت اسلامیہ کے دیگر جغرافیائی ٹکڑوں میں ابھی سلطنت کو دوام بخشنے کے لیے اپنی آئندہ نسلوں کو جو سبق دے رہا تھا وہ مسلمانوں میں موجود عشق کی آگ بجھا کر انہیں راکھ کا ڈھیر کیئے دے رہا تھا۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اُس کی خُودی کو ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اُسے پھیر

جنابِ قائدؒ نے انگریز اور اس کی چالوں کو خوب پہچانا اور ان کی بصیرت نے اس کے ہتھیاروں کو خود اسی پر الٹ دیا وہ خائب و خاسر رہا اور یہ کامیاب و کامران پاکستان قائم ہوا۔ تو انہوں نے کارپردازانِ علم و دانش کو مخاطب کر کے ان کے احساس کی مہمیز لگائی کہ، انگریزی طرزِ تعلیم اور طرزِ حکومت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ .... ایک خاص قسم کی ذہنیت ایک نفسیات، ایک مخصوص ذہنی کیفیت پیدا کی جائے۔ یہ کہ ایک عام آدمی جب بی اے یا ایم اے پاس کرے تو بس سرکاری ملازمت مل گئی۔ تو سمجھ لیا کہ منزل پالی۔ اس سے زیادہ بلندیوں کا تصوّر بھی نہیں کیا گیا۔ میں جانتا ہوں اور آپ سب جانتے ہیں کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا ہے۔ عام مشاہدہ یہ ہے کہ ایم اے پاس کی آمدنی ٹیکسی ڈرائیور سے بھی کم ہوتی ہے اور سرکاری ملازمین میں سے بیشتر ایسی پست زندگی بسر کر رہے ہیں کہ ان سے کہیں اچھی ایسے لوگ بسر کر رہے ہیں جو پرائیویٹ اداروں میں ادنیٰ ملازمتوں پر کرتے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ اب آپ اس پرانے دھڑے سے نکلیں .... اب آپ کی توجہ، آپ کا ذہن، آپ کے مقاصد، آپ کی تمنائیں کا رخ دوسرے راستوں، دوسرے میدانوں اور دوسری منزلوں کی طرف ہو جانا چاہیئے۔

جو آپ کے لیے کھل پڑی ہیں اور رفتہ رفتہ کھلتی جائیں گی۔ دستی کام اور محنت کرنے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہیئے ہمارے ہاں ٹیکنیکل تعلیم کی زبردست گنجائش ہے کیونکہ ہمیں کاریگروں کی اور ہنرمندوں کی اشد ضرورت ہے آپ معاشیات، بنکاری تجارت، رموز کاروبار، قانون وغیرہ کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں جن سے کئی امکانات ترقی پیدا ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں کی تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی ترقی کا خیال مسلسل ان کے دل و دماغ پر چھایا رہا۔ ۲۷ مارچ ۱۹۴۷ء کو انہوں نے بمبئی میں میمن چیمبر آف کامرس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ میں مسلمانوں کی تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی ترقیوں کے لیے بہت سے منصوبوں پر غور کر رہا ہوں میرے خیال میں مسلم تاجروں کی بہتری کا سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اقتصادی تنظیم پیدا کریں کہ مسلمانوں کو ٹاٹا جیسی مہم جویانہ اور جرأت آمیز صنعتوں کی ہمسری کرنی چاہیئے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے صنعتی اور تعلیمی ادارے کھولنے چاہئیں "ہمیں اپنی قوم کو منظم کرنا ہو گا۔"

انہوں نے تعلیمی پالیسی کے جو حتمی اصول بیان فرمائے ان سے مزید صرف نظر ہمارے لیے تباہی کا باعث ہو گا، ۲۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو کراچی میں منعقدہ کل پاکستان تعلیمی کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے زور دے کر فرمایا کہ "اگر ہمیں حقیقی تیز رفتار اور نتیجہ خیز ترقی کرنا ہے تو ہمیں تعلیم کے مسئلے پر خصوصی توجہ دینی چاہیئے، اپنی تعلیمی پالیسی اور پروگرام کو ایسے خطوط پر چلانا ہے جو ہمارے لوگوں کے مزاج کے مطابق ہو۔ جو ہماری تاریخ اور ثقافت سے ہم آہنگ ہو۔ جو دنیا بھر میں ہونے والی وسیع ترقیوں اور جدید تقاضوں کے مطابق ہو۔"

جناب قائدؒ نے پاکستان کے مخصوص تناظر میں تعلیمی اصولوں کا بنیادی ڈھانچہ مہیا کر دیا ہے۔ اس خاکے میں رنگ بھرنے کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی تھی اور ہوتی ہے لیکن ہماری غفلت نے یہ رنگ دکھایا کہ وہ ملک جو قائم رہنے کے لیے وجود میں آیا تھا۔ دو لخت ہو گیا ۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا!   کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہم نے مشرقی پاکستان میں تعلیم کو ہندو اور اس کے چیلے چانٹوں کے حوالے کر دیا نتیجۃً انتشار و شت کے آکٹوپس نے ہمیں مغلوب کر لیا ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے   کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

ہم نے اگر زہر کے پیالے کو ہونٹوں سے لگانے کا آخری فیصلہ نہیں کر لیا تو ہمیں محسن ناشناسی کے رویے سے باز آنا ہو گا اور ملی شعور و ارتقاء کے لیے ہمیں اپنے ہاں کی تعلیمی دنیا کو جامد و ساکت نہیں افکار قائدؒ کی ٹھنڈی، میٹھی اور سکون انگیز روشنی میں متحرک رکھنا ہو گا۔ ان کا دیا ہوا نظام تعلیم سوائے اسلامی نظام تعلیم کے دوسرا کوئی نہیں۔ ع

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کرو